بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

باہمی تعلقات

مرتبہ

محمد صدیق میمن

حی علی الفلاح

شائع کردہ

مسلم کتاب گھر

C-۱۴۸۵ بھنگوریہ ٹاؤن، عزیز آباد کراچی

قیمت -/۵ روپے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باہمی تعلقات

ہم خوب اچھی طرح جانتے ہیں کہ باہمی نا اتفاقی جہاں کہیں بھی ہوگی، تباہی کا پیغام لائے گی لیکن جب یہ نا اتفاقی دعوتِ دین کا کام کرنے والوں کے درمیان پیدا ہوجاتی ہے تو یہ شیطان کی اتنی بڑی فتح بن جاتی ہے کہ وہ اپنی اس کامیابی پر جتنا نازاں ہو کم ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝ (الانفال - ۴۶)

اور (اے ایمان والو!) اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے رہو، آپس میں اختلاف نہ کرو ورنہ تم بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی، اور صبرواستقامت اختیار کرو، بیشک اللہ صبر و استقامت اختیار کرنے والوں کے ساتھ ہوتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "اختلاف نہ کیا کرو، اس لئے کہ تم سے پہلے جو لوگ تھے، انہوں نے اختلاف کیا تھا تو وہ ہلاک ہوگئے۔ (صحیح بخاری کتاب الجہاد)

کامیابی ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی مدد سے ہوتی ہے مگر اللہ تعالیٰ کی مدد ہمیشہ اسباب کے پردہ میں آتی ہے۔ مسلمین اگر اپنے ممکنہ اسباب کو جمع کردیں تو بقیہ کمی اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے پوری کرکے انہیں کامیابی عطاء فرماتا ہے۔

وہ اسباب کیا ہیں؟ مسلمین اقدام میں پہل نہ کریں، اپنی جڑوں کو مضبوط کرنے میں لگے رہیں۔ جب ٹکراؤ کی صورت پیدا ہوجائے تو اس کے مقابلے میں پوری طرح جہاد کا ثبوت دیں، اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے رہیں تاکہ ان کا قلبی حوصلہ باقی رہے، امیر کے حکم کے تحت پوری طرح منظم رہیں، باہمی اتحاد سے حریف کو مرعوب کردیں، صبر و استقامت اختیار کریں تاکہ جوش کے بجائے ہوش کو اپنائیں۔ یہی وہ اسباب ہیں جن کے پردہ میں اللہ کی مدد آتی ہے۔ اختلاف ایک ایسا خلل ہے جو ان تمام اسباب کو سمیٹ کر رکھ دیتا ہے۔

دعوت و تبلیغ کی راہ میں جو طرح طرح کی آفتیں آتی ہیں، ان میں سے یہ آفت بہت بڑی ہے کہ اس راہ کے راہی آپس میں ایک دوسرے سے بدظن ہوجائیں۔ جب یہ صورت پیدا ہوجاتی ہے تو پھر وہ اپنی منزلِ مقصود کی طرف پوری توجہ دینے کے بجائے ایک دوسرے کے مقابلے میں کھڑے ہوکر اس ذوقِ فضول میں مبتلا ہوجاتے ہیں کہ کسی نہ کسی طرح اپنے آپ کو برسرِ حق اور دوسرے کو غلط ثابت کریں۔

اس طرح باہمی بدظنیوں میں اپنی قوتیں اور اسباب ضائع کرتے ہوئے بھی اس راہ کے راہی یہی سمجھتے رہے ہیں کہ وہ اللہ کے داعی ہیں حالانکہ اس وقت وہ اللہ تعالیٰ کی نصرت سے بہت دور ہو جاتے ہیں۔

شیطان نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ اے میرے رب!

قَالَ اَنْظِرْنِیْٓ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ○ قَالَ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ ○ قَالَ فَبِمَآ اَغْوَیْتَنِیْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِیْمَ ○ ثُمَّ لَاٰتِیَنَّهُمْ مِّنْۢ بَیْنِ اَیْدِیْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَیْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ، وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِیْنَ ○
(الاعراف - ۱۴ تا ۱۷)

"مجھے اس دن تک کے لئے، جس دن (مُردے قبروں سے) اٹھائے جائیں گے، مہلت دے۔" (اللہ نے فرمایا "تجھے مہلت دی جاتی ہے۔" (شیطان نے کہا۔ " جیسا کہ تو نے مجھے گمراہ کیا ہے، میں بھی ان لوگوں (کو گمراہ کرنے) کے لئے تیرے سیدھے راستہ پر (یعنی تیرے دین کے قریب) بیٹھ جاؤں گا، پھر (جو تیرے دین پر ہوں گے) میں ان کے پاس ان کے سامنے سے بھی، ان کے پیچھے سے بھی، ان کے دائیں سے بھی اور ان کے بائیں سے بھی آؤں گا (اور انہیں تیرے دین سے ہٹاؤں گا) پھر تو ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہیں پائے گا۔"

شیطان اللہ کے داعی کے ساتھ معاملہ کرتے وقت ایک ماہر نفسیات کا رویہ اختیار کرتا ہے، اس کام کے لئے وہ اپنے انسان دوستوں سے بھی کام لیتا ہے اور ہر اللہ کے داعی کو اپنے ڈھب پر لانے سے پہلے دیکھ لیتا ہے کہ یہ انسان کس ڈھب کا ہے اور اس کی کون سی رگ کمزور ہے جسے پکڑ کر اسے قابو میں لایا جاسکے۔ جو لوگ آسانی سے کفرو الحاد اور فسق و فجور کی طرف آسکتے ہوں، ان کو تو وہ انہیں راہوں کے ذریعہ دین سے دور بھگا دیتا ہے مگر جو لوگ اپنے عقائد و اعمال کی پختگی اور تقویٰ و پرہیزگاری کے باعث اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے ہوئے ہوں، ان کے لئے وہ ایسے پھندے تیار کرتا ہے جن کی ظاہری شکل دین داری ہی سے مشابہ ہو۔ کیا ہم دیکھتے نہیں کہ توحید پر ایمان رکھنے والے قبروں پر جا جاکر سجدہ کرتے ہیں اور سمجھتے یہی ہیں کہ وہ بڑی دین داری کا کام انجام دے رہے ہیں لیکن شیطان کے لئے اللہ کے داعی کو گمراہ کرنا آسان نہیں ہوتا، اس لئے وہ اس کی طرف سے زیادہ فکر مند رہتا ہے اور اس کی کمزوریوں کی ٹوہ میں لگا رہتا ہے پھر موقع دیکھ کر وہیں سے پھندہ ڈالتا ہے۔ اس کا مقصد کسی نہ کسی طرح دعوتِ دین کو نقصان پہنچانا ہوتا ہے۔ اس لئے وہ ایسے چکر چلاتا ہے جس سے اللہ کے داعی کی توجہ اور وقت کو خدمتِ دین کے کام سے ہٹاکر دوسری

طرف کرا سکے اور ان چکروں میں سب سے بڑا چکر یہ ہے کہ ان کے دلوں میں ایک دوسرے کی طرف بدظنی یا کدورت پیدا کر دے۔ بدظنی کی بنیاد عموماً یہی ہوتی ہے کہ بعض داعی کو دوسرے داعی کے متعلق یہی شکایت ہوتی ہے کہ اس کا طرزِ عمل دین کے احکام کے مطابق نہیں۔ مثلاً ایک داعی جب دوسرے داعی سے مصافحہ کرتا ہے تو وہ مغفرت کی دعاء پڑھنا بھول جاتا ہے یا اس سے جب الگ ہوتا ہے تو سلام کرنا بھول جاتا ہے یا جوتا اتارتے وقت پہلے سیدھے پیر کا اتار لیتا ہے۔

کیا یہ لازمی ہے کہ نیک نیت اور مخلص لوگ بھی ان بدظنیوں اور باہمی مخالفت کا شکار ہو کر رہ جائیں؟ ایک انسان کسی دوسرے انسان کے اندر جھانک کر نہیں دیکھ سکتا۔ وہ تو صرف اس کے ظاہری اعمال سے ہی یہ اندازہ لگاتا ہے اور ظاہری اعمال کے پیچھے کئی محرکات کام کر رہے ہوتے ہیں جو دیکھنے والے کو نظر نہیں آتے۔ یہی وجہ ہے کہ عقل مند سے عقل مند کے اندازے بھی غلط ثابت ہوجاتے ہیں۔ انہیں بدگمانیوں کے باعث بڑے بڑے نیک نیت اور نیکو کار لوگ ایک دوسرے کے مخالف ہوگئے، اس کا اثر براہ راست ان کی دعوتی سرگرمیوں پر پڑا۔ بدگمانیوں کے خلاف اگر بند نہ باندھا جائے تو صبح سے شام تک ایسی کئی باتیں ظہور میں آجاتی ہیں جو بدگمانی کا ذریعہ بن سکتی ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ، اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ، اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ، وَاتَّقُوا اللّٰهَ ، اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ٥ (الحجرات - ١٢)	(اے ایمان والو!) بہت بدگمانی کرنے سے بچا کرو، اس لئے کہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں، کسی کی عیب جوئی نہ کیا کرو اور نہ ایک دوسرے کی غیبت کیا کرو۔ کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے؟ کیا تم کو اس بات سے کراہت (نہیں) آئے گی؟ اور دیکھو! اللہ سے ڈرتے رہو، (توبہ کرتے رہو) بیشک اللہ توبہ قبول کرنے والا (اور) بہت رحم کرنے والا ہے۔

اس آیت میں تین باتوں کی سختی سے ممانعت کی گئی ہے۔ (۱) بدگمانی کرنا (۲) عیب تلاش کرنا اور (۳) غیبت کرنا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ " بدگمانی سے بچو، بدگمانی بہت بڑا جھوٹ ہے، کسی کا راز معلوم نہ کرو، کسی کا عیب تلاش نہ کرو، بولی پر بولی نہ لگاؤ۔ حسد، بغض اور تعلقات منقطع نہ کرو اور اللہ کے بندے اور بھائی بھائی بن جاؤ۔ (صحیح بخاری کتاب الادب و صحیح مسلم کتاب البر)

ہوسکتا ہے بدگمانی سے کسی میں کسی عیب کو فرض کرلیا جائے اور وہ عیب اس میں نہ ہو۔

بدگمانی کرنے سے بلاوجہ بے بنیاد بغض و عداوت پیدا ہوتی ہے، تعلقات خراب ہوتے ہیں۔ اگر کسی طرف سے کوئی بدگمانی پیدا ہوتی ہوئی معلوم ہو تو براہ راست اس سے وضاحت طلب کرلی جائے۔ وضاحت طلب کرنے سے عموماً یہ ثابت ہوتا ہے کہ بدگمانی بے بنیاد تھی۔

علی بن الحسینؒ کہتے ہیں۔ "نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تھے اور آپ کے پاس آپ کی بیویاں تھیں۔ جب وہ جانے لگیں تو آپ نے حضرت صفیہؓ سے فرمایا۔ "جلدی نہ کرو یہاں تک کہ میں تمہارے ساتھ ہوجاؤں۔" ان کی رہائش اسامہ ابن زیدؓ کے گھر میں تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ ہولئے راستہ میں دو انصاری ملے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا پھر آگے بڑھ گئے۔ آپ نے ان دونوں کو پکارا اور بلایا، پھر فرمایا۔ "یہ (میری بیوی) صفیہ بنت حی ہیں" وہ کہنے لگے۔ "سبحان اللہ، اے اللہ کے رسول! (کیا ہم آپ پر بدگمانی کریں گے؟)" آپ نے فرمایا۔ "شیطان انسان کے جسم میں خون کے ساتھ گردش کرتا ہے، مجھے ڈر ہوا کہ کہیں تمہارے دل میں وسوسہ نہ ڈالے۔ (صحیح بخاری کتاب الصوم)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے عیب جوئی سے بھی منع فرمایا ہے۔ کسی کے عیب تلاش کرنا اچھی نیت سے تو ہو ہی نہیں سکتا۔ اس میں عموماً بری نیت ہی شامل ہوتی ہے اور وہ یہ کہ اس شخص کے عیب کو لوگوں پر ظاہر کرکے اس کو رسوا اور ذلیل کیا جائے۔

تیسری چیز جس کو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں حرام قرار دیا وہ غیبت ہے۔ ابوہریرہؓ کہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "تم جانتے ہو، غیبت کیا ہے؟" لوگوں نے کہا۔ "اللہ اور اس کا رسول خوب جانتے ہیں۔" آپ نے فرمایا۔ "غیبت یہ ہے کہ تم اپنے بھائی کا ذکر اسی طرح کرو کہ (اگر وہ سامنے ہو) تو اس کو ناگوار گزرے۔" کسی شخص نے کہا۔ "اے اللہ کے رسول! اگر میرے بھائی میں وہ عیب موجود ہو جو میں کہہ رہا ہوں تو؟" آپ نے فرمایا۔ "جو تم کہہ رہے ہو، اگر وہ (عیب) اس میں موجود ہے تو تم نے اس کی غیبت کی اور اگر وہ (عیب) اس میں موجود نہیں ہے تو تم نے (اس پر) بہتان لگایا۔" (صحیح مسلم کتاب البر)

باہمی تعلقات میں بہت سی خرابیاں صرف اس وجہ سے آتی ہیں کہ ہم اپنی زبانوں کو بے لگام چھوڑ دیتے ہیں۔ غیبت کرنا، چغلی کھانا، بہتان لگانا، لوگوں کو برا بھلا کہنا، کسی کا مزاق اڑانا، کسی کو طعنہ دینا، یہ سب وہ چیزیں ہیں جو باہمی تعلقات میں افتراق اور دشمنی پیدا کرتی ہیں اور ان سب کے اظہار کا ذریعہ زبان ہی ہوتی ہے۔ اگر انسان ایک زبان ہی کو لگام دے تو خرابی کے بہت سے دروازے بند ہوجائیں، لیکن شیطان دینداری کا فریب دے کر ہی دین کے خلاف عمل کرواتا ہے۔

کوئی پرہیزگار کہتا ہے۔ مجھے تعجب ہوتا ہے کہ زید نے باوجود اللہ کا داعی ہونے کے گانے بجانے کی محفل میں شرکت کی۔ پھر اس کو نہایت افسوس ہوتا ہے اور اس کا ذکر وہ دوسرے لوگوں میں کرتا ہے۔

جب کوئی شخص کسی کے بارے میں بدگمان ہوجائے تو اس کی ہر بات اس کو غلط معلوم ہونے لگتی ہے۔ اس کے بارے میں اس کا ذہن منفی رخ پر چل پڑتا ہے، پھر اس کی خوبیوں سے زیادہ وہ اس کے عیب تلاش کرنے لگتا ہے۔ اس کی برائیوں کو بیان کرکے اسے بے عزت کرنا اس کا محبوب مشغلہ بن جاتا ہے اور ہر جگہ اس کے خلاف اپنے دل کی بھڑاس نکالتا رہتا ہے۔

دل کی بھڑاس

دل کی بھڑاس نکالنا انسان کا ایک فطری جذبہ ہے۔ انسان بعض چیزوں یا افراد سے ناگواری محسوس کرنے کے بعد اپنے دل کی بھڑاس نکالنا چاہتا ہے۔ اس کے لئے وہ کئی صورتیں اختیار کرتا ہے۔ مثلاً غصہ کا اظہار، بدکلامی، عیب جوئی، غیبت وغیرہ۔ یہی جذبہ اسے مجبور کرتا ہے کہ وہ دوسروں پر الزام لگائے اور ان کی کوتاہیوں کو بڑھا چڑھاکر بیان کرے۔ یہ ایک ایسا جذبہ ہے جس کی وجہ سے انسان قِسم قِسم کی اخلاقی کمزوریوں اور جھگڑوں میں مبتلا ہوجاتا ہے جو دوسروں کے دلوں میں خلش پیدا کردیتی ہے اور پھر باہمی تعلقات خراب ہوجاتے ہیں۔

یہ نہایت آسان کام ہے کہ آپ کسی کوتاہی کا الزام دوسروں پر رکھیں لیکن اپنے آپ کو ان کے مقام پر رکھ کر اپنے حالات کا جائزہ لینا نہایت مشکل کام ہے۔ اگر آپ ایسا کرسکیں تو آپ یہ محسوس کریں گے ۸۰ فیصد الزامات جو آپ دوسروں پر لگاتے ہیں، اس کی کوئی نہ کوئی معقول تاویل آپ خود تلاش کرلیں گے اور اس طرح حالات کا جائزہ لینے سے آپ اپنے لئے اصلاح کی راہیں آسان کرلیں گے۔ اس سے دوسرا فائدہ یہ ہوگا کہ دوسروں کی نکتہ چینی اور اس کی وجہ سے ان سے دور ہونے کا آپ کو جو ڈر ہے، وہ ختم ہوجائے گا۔ آپ دوسروں کی کوتاہیوں کا جائزہ اس طرح لیں کہ گویا خود اپنے آپ کو ان کے مقام پر رکھ کر غور کر رہے ہیں، تو ان کی اصلاح کے لئے کوئی طریقہ ضرور نکل آئے گا۔ گویا آپ خود اپنی اصلاح کی طرف مائل ہیں۔ اس طرح دوسروں کی اصلاح کے سلسلے میں جو خلوص اور ہمدردی آپ کے رویہ میں پیدا ہوگی، وہ یقیناً قیمتی اور مؤثر ہوگی اور اس طرح امید ہے کہ ان سے آپ کے تعلقات ہمیشہ درست رہیں گے۔

آپ اللہ کے داعی ہیں۔ آپ کو ایک مقصد عزیز ہے۔ آپ لوگوں کے دلوں کو اپنے قریب لانا

چاہتے ہیں۔ اس لئے آپ اپنی کوتاہیوں اور عیوب پر نظر رکھ سکتے ہیں، ان کی اصلاح کی طرف متوجہ ہوسکتے ہیں، اپنے نفس کی خواہشات کو دبا سکتے ہیں اور اپنے جذبات کو کچل سکتے ہیں لیکن آپ کا مخاطب تو اپنے سامنے کوئی بلند مقصد نہیں رکھتا۔ آپ کو جو کام کرنا ہے، انہیں لوگوں میں کرنا ہے جو مختلف نظریات اور مختلف مزاج رکھتے ہیں۔ ممکن ہے آپ کی بات منطق اور دلیل کے اعتبار سے سو فیصد درست ہو لیکن اس کے باوجود آپ کی یہ خواہش کہ آپ کا مخاطب بھی اسے اسی طرح مان لے جس طرح آپ اس کو منوانا چاہتے ہیں، کبھی پوری نہیں ہوسکتی۔ جن لوگوں سے آپ کا واسطہ ہے، وہ اپنے آباء و اجداد کی پرانی باتوں اور اپنی روایات سے اندھی محبت رکھتے ہیں۔ اگر آپ کی روش نے ان کے جذبات کو بھڑکا دیا تو سمجھ لیجئے کہ آپ نے خود اپنے کام کو اپنے ہاتھوں سے برباد کردیا۔ آپ کو یہ اچھی طرح خیال رکھنا چاہیئے کہ آپ کوئی ایسی صورت اختیار نہ کر بیٹھیں کہ جس سے دوسروں کے اندر چھپے ہوئے تعصب اور ہٹ دھرمی کے جذبات ابھر آئیں۔ ممکن ہے آپ سے ایسی کوئی غلطی سرزد ہوجائے اور بار بار ہوتی رہیں لیکن آپ اپنے ہر عمل اور ردِّعمل پر نظر رکھیں گے تو آپ کی ہر غلطی آپ کے تجربہ میں ایک نیا اضافہ کرے گی اور آپ ان نتائج کو مرتب کرتے رہے تو خود اپنے لئے نہایت مفید اور عملی مشورے اکٹھا کرلیں گے۔

دوسروں کے نقطۂ نظر کو سمجھنے کی کوشش کرنا ہر اس شخص کے لئے نہایت ضروری ہے جو جذبات، خیلات اور رائے کے اعتبار سے دوسروں پر فتح حاصل کرنا چاہتا ہو۔

رحمت کا نشان

ہر شخص کی یہ فطری خواہش ہوتی ہے کہ اس کے تعلقات دوسرے لوگوں سے اچھے رہیں، لوگوں کی نظروں میں اس کا مقام بلند رہے اور اس کے بارے میں اچھے خیالات کا اظہار کیا جائے۔ دوسروں کی نظروں میں گرجانا ہر شخص کو ناپسند ہے۔ کوئی نہیں چاہتا کہ جن لوگوں میں وہ رہتا ہے، ان سے بدمزگی رہے۔ غرض یہ کہ ہر شخص کو یہی پسند ہے کہ اس کے تعلقات کا دائرہ وسیع تر ہو اور لوگ اس کے بارے میں اچھی رائے رکھیں۔ تعلقات کی وسعت اور خوشگواری ہر شخص کو عزیز ہوتی ہے۔

لیکن ایک مردِ مؤمن جس نے اپنی زندگی کا مقصد پہچان لیا ہو، جو دنیا سے کہیں زیادہ آخرت کی کامیابی کا خواہش مند ہو، جو صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے اس کے دین پر قائم رہنا چاہتا ہو، اسے معلوم ہوچکا ہو کہ اس کے مالک نے اسے اس ڈیوٹی پر لگایا ہے کہ وہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی

اطاعت اور فرمانبرداری کی دعوت دے اور اس دنیا میں ایک ایسا ماحول اور ایسا معاشرہ وجود میں لائے جس کی بنیاد اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کی شریعت کی پیروی ہو، اس کے لئے تعلقات کی وسعت اور خوشگواری کی ضرورت کی اہمیت سب سے زیادہ ہے۔

جس شخص نے یہ فیصلہ کرلیا ہو کہ وہ لوگوں کے دلوں کو بدلے گا، ان کے سوچنے کے انداز کو بدلے گا اور ان کی پسند اور ناپسند کے معیار کو بدلے گا، غرض یہ کہ وہ انسان کی زندگی کے ہر خانہ میں نئے نئے رنگ بھرے گا۔ اس کے لئے اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ وہ اس بات سے کوسوں دور رہے جس سے تعلقات خراب ہوجاتے ہیں یا لوگ قریب آنے کے بجائے دور بھاگتے ہیں۔

اللہ کے دین کو زندگی کے تمام گوشوں پر حاوی کردینا کوئی ایسا کام نہیں جو طاقت اور قوت کے سہارے ہوجائے بلکہ یہ ایک نہایت مستقل کام ہے۔ دوسروں کو جھکا لینا آسان ہے لیکن ان کے دلوں کو مٹھی میں لینا اور ان کے سوچنے کے انداز کو بدل ڈالنا بڑا کٹھن کام ہے۔ چیز ایک ہوتی ہے لیکن اس کی نوعیت اس کے استعمال کی غرض سے بدل جاتی ہے۔ اسی طرح تعلقات کی خوشگواری ایک دنیا دار کے لئے ایک حیثیت رکھتی ہے لیکن اللہ کے داعی کے لئے اس کی بڑی ہی اہمیت ہے۔ یہی وہ تلوار ہے جو رحمت کا نشان بن جاتی ہے۔ اللہ کے داعی کو انتہائی کوشش کرنی چاہیئے کہ لوگوں سے اس کے تعلقات نہایت خوشگوار رہیں۔

خود پسندی

ہر شخص اپنے بارے میں اچھی رائے رکھتا ہے۔ ایک عادی مجرم بھی اس خیال سے خالی نہیں ہوتا۔ آپ کسی قید خانہ میں جاکر کسی قیدی سے بات کیجئے۔ آپ ماننے پر مجبور ہوجائیں گے کہ حکومت نے کھلم کھلا ظلم پر کمر باندھ لی ہے اور اندھا دھند بے گناہوں کو قید خانہ میں بھردینے پر اتر آئی ہے لیکن یہ بات حقیقت کے مطابق نہیں ہوگی۔ غرض یہ کہ ہر مجرم اپنے جرم کے جواز کے لئے کوئی نہ کوئی معقول بہانہ رکھتا ہے۔

یہ تو حال ہے ان لوگوں کا جو عادی مجرم ہیں، جنہیں دنیا قصور وار سمجھتی ہے، پھر بھلا ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جن سے ہمیں روز مرہ سابقہ پڑتا ہے، غرض یہ کہ ہر شخص اپنے بارے میں یہی رائے رکھتا ہے کہ وہ جو کچھ کہہ رہا ہے، وہی ٹھیک ہے۔

یہ انسان کے ذہن کی فطری کمزوری ہے کہ وہ اپنے آپ کو بے قصور اور اپنے کاموں کو بالکل ٹھیک سمجھتا ہے۔ اسی وجہ سے کسی شخص کو تنقید پسند نہیں۔ جب اسے کسی بات سے روکا جاتا ہے تو

وہ اپنی صفائی پیش کرنے لگتا ہے۔ اگر اس کے جواز کو تسلیم نہ کیا جائے تو اس کے اندر ضد اور مقابلے کی کیفیت ابھرنے لگتی ہے۔ اس کی وجہ بھی یہی ہوتی ہے کہ ہر شخص اپنے بارے میں ایک نہایت ہی اچھی رائے رکھتا ہے۔

اب آپ کسی کی اصلاح کرنے کے لئے کیا صورت اختیار کریں گے ؟ اکثر ایسا ہوگا کہ وہ اپنے آپ کو بے قصور سمجھے گا اور اس کے ذہن میں اپنی بے قصوری کو ثابت کرنے کے لئے اس کے پاس کوئی نہ کوئی تاویل ہوگی۔ اگر آپ اس پر تنقید کریں گے تو آپ کی اصلاح کی ہر کوشش اسے آپ سے دور کرتی چلی جائے گی اور آپ محسوس کریں گے کہ نیکیوں کا حکم دینا اور برائیوں سے روکنا گویا لوگوں سے اپنے تعلقات کو خراب کرلینا ہے۔ الغرض، رہے سہے تعلقات بھی ختم ہونے لگتے ہیں۔

یہ کس قدر پیچیدہ صورت حال ہے ؟ آپ تو چاہتے ہیں کہ لوگوں سے آپ کے تعلقات اور خوشگواری میں اضافہ ہو لیکن جب آپ دعوتی کام شروع کرتے ہیں تو رہے سہے تعلقات بھی ختم ہونے لگتے ہیں، خوشگواری کے بجائے بیگانگی کی صورت حال پیدا ہونے لگتی ہے، لوگ آنکھ بچا کر نکل جاتے ہیں پھر آپ مایوس ہوکر کہنے لگتے ہیں۔ "کیا فائدہ ؛ خواہ مخواہ تعلقات خراب کرنے سے بھلا کہیں ایسے لوگ بھی سنا کرتے ہیں۔" گویا آپ اصلاح و تبلیغ میں سرد مہری کا رویہ اختیار کرنا چاہتے ہیں۔

نہیں، نہیں، ایسا ہرگز نہیں ! بلکہ آپ کو یہ سوچنا چاہیئے کہ لوگوں کے دلوں میں اپنا مقام پیدا کرنے کے لئے آپ کو کیا صورت اختیار کرنی چاہیئے ؟ یہ مقام کیسے حاصل ہو ؟

سب سے پہلے انسانی ذہن کے اس فطری مرض کو سامنے رکھیئے جس کا ذکر اوپر گزر چکا ہے، پھر اس سے ذہنی قربت حاصل کیجئے اور اپنی گفتگو سے ایسی فضاء تیار کیجئے کہ آپ کا مخاطب مکمل کر بے تکلفی سے اپنے دل کی بات آپ کے سامنے رکھنے لگے۔ اس کے درمیان آپ اس ٹوہ میں لگے رہیئے کہ اس کے اندر کچھ اچھی صفات بھی موجود ہیں یا نہیں ؟ ہر انسان میں کچھ نہ کچھ اچھی صفات ضرور ہوتی ہیں۔ آپ اس کی اچھی باتوں کی مناسب تعریف اور قدر کیجئے۔ اگر اس کو کوئی دکھ ہے تو اس کی دل سوزی کیجئے، اس کو کوئی تکلیف ہے تو اپنی وسعت کے مطابق اس کی مدد کیجئے یا کوئی حل پیش کیجئے ورنہ اس سے ہمدردی سے پیش آیئے۔ اگر آپ نے سلیقے سے کام لیا تو اس کا دل آپ کی طرف مائل ہوجائے گا اور وہ آپ کا گہرا دوست بن جائے گا۔ انسان اپنی اچھائیوں کی داد پانے کا انتہائی بھوکا ہوتا ہے اور اپنی تکلیف اور دکھ میں دل سوزی کا طلب گار ہوتا ہے۔ آپ کا یہ رویہ کسی نہ کسی حد تک اس کو یہ یقین دلادے گا کہ آپ اس کے مداح اور ہمدرد ہیں۔ اس کے بعد وہ

آپ سے آنکھ بچاکر نہیں نکلے گا بلکہ آپ سے ملنے کے لئے آپ کے گھر آئے گا اور بار بار آپ سے ملاقات کرنا چاہے گا۔

اس مقام کو حاصل کرنے کے بعد آپ دیکھیں گے کہ وہ آپ کا مشورہ قبول کرلے گا اور نیکی کی طرف قدم بڑھانے میں اس کے اندر ایک نئی طاقت اور حوصلہ پیدا ہوتا چلا جائے گا۔

کسی انسان کے ذہن اور دل کو بدلنا کوئی آسان اور معمولی کام نہیں۔ اگر آپ بتدریج اور صبر و تحمل کے ساتھ اس کی طرف متوجہ رہے تو انشاء اللہ اس کو جلد صحیح راہ کی طرف ہدایت نصیب ہوگی۔ کسی شخص کو بلندی سے نیچے دھکیلنے کے لئے ایک دھکا کافی ہے لیکن کسی گڑھے میں گرے ہوئے انسان کو چوٹی تک اٹھاکر لے جانے کے لئے خون پسینہ ایک کرنا پڑتا ہے۔ ظاہر ہے، جب دعوت اور تبلیغ ہمدردی کے جذبہ کے ساتھ نہیں ہوگی تو موثر بھی نہیں ہوگی۔ اس کے لئے تعلق اور ربط رکھنا ضروری ہے، اپنے مخاطب کے مسائل میں دلچسپی لینا ضروری ہے اور اس کے خیالات سے واقف رہنا بھی ضروری ہے تاکہ اس کی نفسیات کے مطابق اس کی الجھنوں کو دور کرنے کے بارے میں آپ سوچ سمجھ کر کوئی معقول حل پیش کرسکیں۔

دعوت اور تبلیغ کے اعتبار سے ہم میں سے اکثر لوگ اپنے قریبی ماحول میں سب سے زیادہ ناکام رہتے ہیں۔ خصوصاً گھر کا ماحول تو اس کام کے لئے بالکل بیگانہ معلوم ہوتا ہے۔ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ ہم اپنی کوتاہیوں کو پہچاننے سے زیادہ دوسروں کے قصوروں پر نظر رکھتے ہیں، ان کی کمزوریوں کو دیکھ کر ان پر نکتہ چینی اور تنقید کرتے ہیں۔ اب اگر کوئی دوسرا شخص ہماری کوتاہیوں پر گرفت کرے، ہم پر نکتہ چینی کرے تو یہ چیز ہمارے تبلیغی احساس کو ٹھیس پہنچاتی ہے اور اس طرح ہم اپنے گھروں، اپنے رشتہ داروں اور اپنے قرب و جوار میں تبلیغی احساسِ کمتری میں مبتلا ہوجاتے ہیں لہٰذا ظاہر ہے کہ سب سے پہلے ہم کو اپنے تبلیغی احساسِ کمتری کو دور کرنا ہوگا اور عملاً یہ ثابت کرنا ہوگا کہ جن برائیوں کو ہم دور کرنا چاہتے ہیں، وہ ہم میں نہیں ہیں۔ اس کے ساتھ ہی سلام، دعاء اور مل جل اور اس کے بعد تلقین و نصیحت اور پھر تبلیغ، گویا قرب و جوار کا ماحول اللہ کے داعی کے لئے بہترین تربیت گاہ ثابت ہوسکتی ہے اور وہ ان کے لئے بہترین مبلغ ثابت ہوسکتا ہے۔

انسان کا اپنے بارے میں یہ تصور کہ وہ کمزوریوں سے پاک ہے، بڑا ہی خوش آور اور مبالغہ آمیز تصور ہے۔ پھر جب وہ اصلاح کی غرض سے دوسروں پر نکتہ چینی کرتا ہے تو لوگ اس کو اس کے کردار کا آئینہ دکھاتے ہیں اور اس طرح وہ احساسِ کمتری میں مبتلا ہوجاتا ہے، پھر وہ اپنے قرب و جوار کی اصلاح کرنے سے پرہیز کرنے لگتا ہے اور کہیں دور جاکر تبلیغ کے لئے میدان تلاش کرنا

ہے۔ ظاہر ہے، جب لوگ اس کی تنقید کو برداشت نہیں کرسکتے تو وہ کیوں کر کرے گا؟

تنقید

لوگ اپنے خلاف تنقید سے اتنا زیادہ برہم کیوں ہوجاتے ہیں؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر شخص اپنے آپ کو باعزت اور باوقار دیکھنا چاہتا ہے۔ وہ کسی حال میں بھی اپنی بے عزتی کو پسند نہیں کرتا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے خلاف تنقید سنتے ہی فوراً مشتعل ہوجاتا ہے۔ تنقید اس کو اپنی عزت اور وقار کے خلاف ایک حملہ معلوم ہوتی ہے۔ اسی لئے وہ چاہتا ہے کہ اپنا سارا غصہ ناقد کے سر پر انڈیل دے، کیوں کہ اپنے آپ کو باعزت اور باوقار دیکھنا یہ انسان کا سب سے زیادہ طاقتور فطری جزبہ ہے، اپنی خود پسندی کا اظہار ہے، اس کے لئے وہ حق اور حقیقت کا اعتراف کرنے سے بھی انکار کردیتا ہے۔ الغرض، تنقید بلاشبہ انسان کے لئے سب سے زیادہ کڑوی گولی ہے۔ اس میں عوام اور خواص کا کوئی فرق نہیں۔

صرف ایک انسان تنقید سے برہم نہیں ہوتا۔ وہ ہے اللہ کا داعی، جو سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہو۔ یہ وہ انسان ہے جو اللہ تعالیٰ کی عظمت کو اتنی گہرائی کے ساتھ دیکھتا ہے کہ اس کو اپنی نظر میں اپنا وجود سراسر بے عظمت نظر آنے لگتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کو بڑا مان کر اپنے آپ کو چھوٹا بنا چکا ہوتا ہے، پھر تنقید اس کو چھوٹا کردے تو وہ کیوں غضبناک ہوگا جب کہ اس سے پہلے وہ خود اپنے آپ کو چھوٹا کرچکا ہے؟ اس کا تو بس یہ عقیدہ ہوتا ہے کہ عزت سب اللہ کے لئے ہے، باقی دنیا کی ہر چیز حقیر ہے، وہ جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ذلت دیتا ہے۔ ہاں! وہ اللہ کا داعی ہے جو تنقید سے بالکل نہیں گھبراتا۔

جو شخص تنقید سن کر بھڑک اٹھے وہ صرف یہ ثابت کررہا ہے کہ اس کے اندر تقویٰ کا فقدان ہے، اس کے اندر ابھی خود پسندی اور خود سری باقی ہے جو تکبر کی جڑ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِيْ قَلْبِهٖ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ۝ وَاِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِي الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ۚ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ ۝ وَاِذَا قِيْلَ	اور (اے رسول!) لوگوں میں سے بعض شخص ایسا بھی ہوتا ہے جس کی گفتگو جو وہ اپنی دنیوی زندگی (کے مفاد کی خاطر بڑے خوشامدانہ انداز) میں کرتا ہے، آپ کو (بڑی) اچھی معلوم ہوتی ہے اور وہ اپنے مافی الضمیر پر اللہ کو گواہ کرتا ہے (کہ وہ جھگڑالو نہیں ہے) حالانکہ (درحقیقت) وہ بڑا جھگڑالو ہوتا ہے (اس کی حالت یہ

لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ ، وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ ○ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ، وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ ○

(البقرۃ - ۲۰۴ تا ۲۰۷)

ہوتی ہے کہ جیسے ہی وہ (آپ کے پاس سے) لوٹتا ہے تو زمین میں فساد برپا کرنے اور فصلوں اور نسلوں کو برباد کرنے کی کوشش کرتا ہے (اس طرح یہ باتیں اللہ کو پسند نہیں کیوں کہ اللہ فساد کو (کبھی) پسند نہیں کرتا) اور جب اس سے کہا جاتا ہے (یعنی اس کے رویہ پر تنقید کی جاتی ہے) کہ اللہ سے ڈر (اور یہ باتیں چھوڑ دے) تو (اپنی غلطی تسلیم کرنے کو وہ اپنی توہین سمجھتا ہے) عزت (کی خواہش) اس کو گناہ پر جمائے رکھتی ہے، ایسے شخص (کی سزا) کے لئے دوزخ کافی ہے اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔ (اس کے خلاف) بعض شخص ایسا بھی ہوتا ہے (یعنی اللہ کا داعی) جو اللہ کی خوشنودی کی جستجو میں (عزت تو کیا) اپنی جان تک بیچ دیتا ہے (ایسے شخص پر اللہ ضرور رحم فرمائے گا کیوں کہ اللہ اپنے (نیک) بندوں پر بڑا مہربان ہے۔

جو شخص مصلحت کو اپنا دین بنالے اس کی باتیں ہمیشہ لوگوں کو بھلی معلوم ہوتی ہیں کیوں کہ دین کا وفادار نہ ہونے کی وجہ سے وہ حق پرستی کے صرف الفاظ بولتا ہے مگر عمل کی سطح پر وہ مفاد پرست ہوتا ہے۔ وہ عوامی مقبولیت اور عزت حاصل کرنے کے لئے لوگوں کو جذباتی باتوں کی شراب پلاتا ہے، حق واضح ہوجانے کے باوجود وہ اس کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتا کیوں کہ اس میں اس کو اپنی عزت اور وقار کا بت ٹوٹتا ہوا نظر آنے لگتا ہے۔ ظاہری طور پر نرم باتوں کے پیچھے اس کی متکبرانہ نفسیات اس کو اللہ کے داعی کے سامنے جھکنے سے روک دیتی ہے جس کو وہ اپنے سے چھوٹا سمجھتا ہے۔

اس کے مقابلے میں اللہ کا داعی مصلحت پرستی کے بجائے اعلانِ حق کو اپنا شیوا بناتا ہے خواہ اس کی وجہ سے اس کو بے عزت اور غیر مقبولیت پر ہی راضی کیوں نہ ہونا پڑے، اگرچہ اس کے نتیجہ میں اس کو اپنے مال اور جان سے بھی کیوں نہ کھونا پڑے اور وہ لوگوں کے عتاب کا شکار بھی ہوتا رہے۔ الغرض، اللہ کا داعی تنقید اور ملامت کو تو اپنی اصلاح کا ذریعہ سمجھتا ہے۔ ملامت کی حدیث پیچھے گزر چکی ہے۔

یہ تو تنقید کا اصلاحی پہلو تھا۔ اب آپ کی خدمت میں اس کا تبلیغی پہلو پیش کیا جاتا ہے۔
اللہ کے داعی کا تو کام ہی یہ ہے کہ وہ لوگوں کے عقائد و اعمال کی اصلاح کرے اور اس کے لئے اس کو تنقید کرنا ضروری ہے۔

دراصل بات یہ ہے کہ لوگ جس چیز کو عزت اور وقار سمجھتے ہیں، اس کا مادہ تکبر ہے کیوں کہ لوگ اپنے آپ کو بڑا اور قابلِ احترام سمجھتے ہیں اور چھوٹا بننا پسند نہیں کرتے، اس لئے تنقید سے گھبراتے ہیں کیوں کہ:۔

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ○ (المُنٰفِقُون ـ ۸)

عزت تو اللہ کے لئے ہے، اس کے رسول کے لئے ہے اور مومنین کے لئے ہے مگر منافقین (اس بات کو) نہیں سمجھتے

پھر لوگوں کے پاس عزت کہاں سے آگئی ہے؟ بہرحال، لوگ جس چیز کو عزت کا بت سمجھتے ہیں، ہمیں اس کا احترام کرنا ہے تاکہ تبلیغ کا مقصد پورا ہو۔

مذکورہ بالا بحث سے یہ حکمت تو کھل کر سامنے آگئی کہ ہمیں لوگوں کی عزت کے بھرم کو قائم رکھ کر ان پر مناسب تنقید کرنی ہے، لہٰذا ان کو آئینہ اس طریقہ سے دکھانا چاہیئے کہ ان کو غصہ نہ آئے یعنی محبت، ہمدردی اور شفقت سے تنقید کرنی چاہیئے تاکہ ہمارے مخاطبین اپنے عیب کو دور کرنے کی طرف متوجہ ہوں، مشتعل ہوکر اپنے آپ کو سچّا ثابت کرنے کی مہم میں معروف نہ ہوجائیں۔

سب سے اہم بات یہ ہے کہ آئینہ اس وقت واضح بتاتا ہے جب اس کے سامنے جاکر کھڑا ہوا جائے۔ ایسے ہی داعی کو اپنے مخاطب پر تنقید اس وقت کرنی چاہیئے جب اس کا ذہن اس کو سننے کے لئے تیار ہو ورنہ اس کے ذہن کو تیار کیا جائے، جیسا کہ "خود پسندی" کے باب میں بتایا جاچکا ہے ورنہ بات کو کسی بہتر وقت کے لئے چھوڑ دیا جائے۔

دوسری اہم بات یہ ہے کہ تنقید ہر وقت اور ہر صحبت میں نہ کی جائے۔

تیسری اہم بات یہ ہے کہ انتہائی محتاط اور نرم زبان استعمال کی جائے تاکہ اپنے مخاطب کو تسلی رہے کہ آپ نے اس کی خیر خواہی کے لئے اپنی زبان کھولی ہے، اس کا دل دکھانے کی خاطر نہیں۔

چوتھی اہم بات یہ کہ اگر تنقید کے جواب میں مخاطب کی جانب سے تنقید شروع ہوجائے اور پھر جواب الجواب کا سلسلہ چل پڑے تو کسی مناسب جگہ اس سلسلے کو ختم کردینا ضروری ہے تاکہ خوشگواری میں ملاقات ختم ہو، پھر دوبارہ ملنے کی خواہش کا اظہار کیا جائے۔

پانچویں اہم بات یہ ہے کہ اگر مخاطب اپنے نظریہ کی تائید میں کوئی کتاب پڑھنے کے لئے دے تو اس میں نہایت دلچسپی کا اظہار کیا جائے اور اس کے مطالعہ کا وعدہ کیا جائے تاکہ اس کے مطالعہ کے بعد دوبارہ ملاقات کا موقع یا بہانہ مل سکے۔
چھٹی اہم بات یہ ہے کہ آپ کو اس کی تنقید سے کہیں بھی مشتعل نہیں ہونا ورنہ آپ اللہ کے داعی نہیں رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَلَا تَكُونُوا كَالَّتِي نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ أَنْكَاثًا ، (النحل - ۹۲)

(اے ایمان والو!) تم اس عورت کی طرح نہ ہوجانا جس نے اپنے سوت کو کات کر مضبوط کرلینے کے بعد اسے (پھر) ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اور اپنی محنت کو ضائع کردیا۔

کاتے ہوئے سوت کو خواہ مخواہ بکھیر دینا پورے دن کی محنت کو ضائع کرنا ہے۔ اسی طرح کسی معاہدے، عہد یا گفتگو کو توڑ ڈالنا اس پورے عمل کو باطل کرنا ہے جس کے نتیجہ میں باہمی اتفاق کا ایک معاملہ وجود میں آیا تھا یا آنے والا تھا۔ جو شخص تبلیغ کے دوران مشتعل ہوگیا گویا اس نے دین کے مفاد کو نقصان پہنچایا اور اپنے مخاطب کو گمراہی کے راستہ ہی پر چھوڑ کر چل دیا۔ کیا ایسا شخص اللہ کا داعی ہوسکتا ہے؟

انسانیت

دین کے بارے میں یہ تصور کے وہ صرف آخرت ہی کی آگ سے بچاتا ہے، ادھورا تصور ہے۔ آگ صرف آخرت ہی کی نہیں ہوتی، اس دنیا میں بھی الوان و اقسام کی آگیں بھڑکتی رہتی ہیں، جن سے اگر بچنے کی کوشش نہ کی جائے تو وہ جسم و جان، دونوں کو جلاکر خاک کردیتی ہیں۔

جو لوگ فسق و فجور اور بداعمالیوں سے باز نہیں آتے، انہیں آخرت میں جو سزا ملے گی، وہ تو ملے گی ہی، لیکن اس دنیا میں بھی وہ رسوائی کا نشانہ اور جان لیوا بیماریوں میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔

جہاں دولت ہی معبود بن جائے، وہاں حرص و لالچ کی ایک مستقل بے چینی کی لو ابھرتی ہی رہے گی۔ وہاں راشی افسر، بددیانت منصف خائن تاجر، خود غرض حکمراں اور بے وفا عوام یہ سب ایک دوسرے کی زندگی کو ناگوار اور اجیرن کرتے رہیں گے پھر طاقت والے کا مقابلہ طاقت والا ہی کرسکتا ہے، اگر کمزور کرے گا تو مارا جائے گا۔

جہاں لوگ اپنے دلوں میں حسد اور کینے پالیں گے اور ایک دوسرے کو معاف کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں گے وہاں باہمی دشمنی ایک دوسرے کو لڑاتی رہے گی اور دشمن ان کی ناچاقیوں سے

فائدہ اٹھاتے رہیں گے۔

فرد کی انفرادی زندگی پر بھی گناہوں کے اثرات بہت گہرے پڑتے ہیں۔ آج یہ امر ایک ثابت شدہ حقیقت ہے کہ جسم اور دماغ ایک ناقابلِ تقسیم وحدت ہے۔ ہمارا دماغ ہمارے جذبات کا مرکز ہے اور جذبات کے اثرات ہمارے جسم پر برابر پڑتے رہتے ہیں۔ ایک مغرور شخص کو ہی دیکھ لیجئے، اس کے اعصاب میں کس درجہ کا تناؤ پیدا ہوتا ہے، ایک غیظ و غضب میں مبتلا شخص کو ہی دیکھ لیجئے، کس طرح اس کے دوران خون میں جوش پیدا کرتا ہے اور اس کے قلب کو متاثر کرتا ہے۔ ایک لالچی اور حریص کو ہی دیکھ لیجئے، اس کو موقع ملتے ہی آپ کو گھن کی طرح کھا جائے گا اور جگر کی خرابی کی وجہ سے اس کے چہرہ پر زردی چھا جائے گی۔ زرا حاسد کے حسد اور نفرت کو ہی دیکھ لیجئے، کس طرح اس کے خون کا دباؤ بڑھ جاتا ہے اور اس کو جسمانی اعتبار سے کسی کام کا نہیں چھوڑتا۔ الغرض، آپ اپنے ذہن کو غلط قسم کے جذبات سے پاک کئے بغیر اپنی جسمانی صحت کا تصور ہی نہیں کر سکتے۔

اچھے جذبات درحقیقت ہمارے جسم کے لئے صحیح قسم کے ایندھن کا کام کرتے ہیں۔ اگر آپ کے اندر ہمدردی، رحم، عفو و درگزر، صلہ رحمی اور حسنِ ظن جیسی اعلیٰ صفات موجود ہیں تو گویا آپ کے جسم میں بہت عمدہ قسم کا ایندھن موجود ہے اور آپ کا جسم خراب ہوئے بغیر آپ کو منزلِ مقصود تک پہنچادے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہماری بیماریوں کے اسباب میں ہماری رذیل خصلتوں کا بہت بڑا دخل ہے۔

کیا کبھی ایسا ہوا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی راہ میں جدوجہد کرنا چھوڑ دیں اور اللہ تعالیٰ ہم پر ذلت مسلط نہ کردے اور کسی قوم میں فواحش پھیل جائیں اور اللہ تعالیٰ اس قوم کو مصیبت میں مبتلا نہ کرے؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ٥ (الروم ـ ۴۱)	لوگوں کی بد اعمالی کی وجہ سے خشکی اور تری میں (غرض یہ کہ ہر جگہ) فساد پھیل گیا ہے (اور یہ حالت اس بات کا تقاضہ کرتی ہے) کہ اللہ ان کو ان کی بعض بد اعمالیوں (کی سزا) کا مزا چکھائے تاکہ وہ (سنبھل جائیں اور آئندہ کے لئے اپنی بد اعمالیوں سے) باز آجائیں۔

یہ سزا قحط سالیوں، آندھیوں، خونریزی اور بدامنی کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔ اگر پھر بھی لوگ باز نہیں آتے تو ایک بڑے ہلاکت خیز عذاب کے ذریعہ انہیں نیست و نابود کردیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلُ ۚ كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُشْرِكِينَ ○ (الروم - ۴۲)

(اے رسول ! آپ ان سے) کہہ دیجئے، زمین کی سیر و سیاحت کر کے دیکھ لو، ان لوگوں کا کیا انجام ہوا (جو تم سے) پہلے تھے ان میں سے اکثر لوگ مشرک تھے

اگر انسان اللہ تعالیٰ ہی کو اپنا الٰہ بنالے تو سب کا مرکزِ توجہ ایک ہوجاتا ہے۔ اس سے انسانوں کے اندر اتحاد کی فضاء پیدا ہوتی ہے۔ اس کے برعکس جب اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسروں کو بھی الٰہ بنالیا جائے تو بے شمار چیزیں مرکزِ توجہ بن جاتی ہیں، پھر انسانوں کے جذبات بکھر جاتے ہیں، قوم پرستی کے جذبات ابھر آتے ہیں، پھر عناد اور اختلاف پیدا ہوتا ہے اور خشکی اور سمندر، ہر جگہ فساد سے بھر جاتے ہیں۔ یہ شرک کی وہ وبا ہے جس سے جذبات کو پراگندہ کرنے والی فضاء تیار ہوتی ہے گویا تکبر، غصہ، کینہ، حسد، نفرت، حرص، رشوت، بخل اور اختلاف جیسے تمام رزائل، شرکِ خفی کے وہ جرثومے ہیں جو نظر نہیں آتے

جب کوئی بچہ ہاتھ میں چاقو یا کانچ کا ٹکڑا پکڑ لیتا ہے تو دیکھنے والے سب بے قرار ہوجاتے ہیں کہ کہیں وہ اپنے آپ کو زخمی نہ کرلے

یہ فسق و فجور اور بد اعمالیاں، یہ عریانیاں اور فحاشیاں، یہ طمعہ زر اور خیانتیں، یہ باہمی عداوتیں اور نااتفاقیاں، یہ اللہ سے بے پرواہی اور شیطان سے وفاداریاں، یہ سب چاقو اور کانچ کے ٹکڑے ہی تو ہیں جنہیں پکڑ کر انسان اپنے آپ کو زخموں سے چور کئے جارہا ہے۔ جنہیں واقعی انسان سے محبت ہوگی، وہ ان چاقوؤں اور کانچ کے ٹکڑوں کو چھیننے کی ضرور کوشش کرے گا۔ یہی انسان کی وہ مسخ شدہ فطرت ہے جس کو انسانیت کہا جاتا ہے۔ انسان کو انسان سے محبت ختم ہوچکی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ ہی سے محبت اور تعلق باقی نہ رہا تو انسانیت کا تو پوچھنا ہی کیا؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی پر نگاہ ڈالئے اور دیکھئے کہ آپ انسان کو راہ راست پر لانے کی اور بد اعمالیوں کے برے انجام سے بچانے کے لئے کس قدر بے چین اور بے قرار رہا کرتے تھے۔ اس معاملے میں آپ کی بے قراری کا یہ عالم تھا کہ خود اللہ تعالیٰ آپ سے مخاطب ہوکر فرماتا ہے :-

لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَفْسَكَ أَلَّا يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ ○ إِنْ نَشَأْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ مِنَ السَّمَاءِ آيَةً فَظَلَّتْ أَعْنَاقُهُمْ لَهَا خَاضِعِينَ ○

(اے رسول !) اس رنج و غم میں کہ یہ لوگ ایمان نہیں لاتے، کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال دیں۔ اگر ہم چاہتے تو ان پر آسمان سے کوئی ایسی نشانی نازل کردیتے کہ اس کے سامنے ان کی

(الشعراء - ۳، ۴) گردنیں جھک جائیں (اور یہ لوگ مجبور ہو کر ایمان لے آتے لیکن ایسا ایمان ہمیں منظور نہیں)

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓی اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ۝ (الکہف - ۶)

(اے رسول!) اگر یہ لوگ اس کلام پر ایمان نہیں لاتے تو شاید آپ ان کے لئے رنج و غم کرتے کرتے اپنی جان کو ہلاکت میں ڈال دیں گے (اے رسول! آپ کو رنج و غم کرنے کی ضرورت نہیں)

فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ، اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۝ (فاطر - ۸)

تو (اے رسول!) ان پر افسوس کرتے کرتے کہیں آپ کی جان پر نہ بن جائے۔ جو کچھ یہ کر رہے ہیں اللہ اس سے (خوب) واقف ہے۔

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا، اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۝ (یونس - ۹۹)

اور (اے رسول!) اگر اللہ چاہتا تو زمین میں جتنے انسان ہیں، سب ایمان لے آتے (لیکن اللہ تعالیٰ کسی پر ایمان لانے کے لئے جبر نہیں کرتا) تو (اے رسول!) کیا آپ جبر کر کے ان سب کو مؤمن بنانا چاہتے ہیں؟

ان آیات سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انسانیت کے پیکر تھے، آپ انسانوں کے زبردست خیر خواہ تھے۔

اللہ کا داعی اگر دعوت کے معاملے میں اس قدر سنجیدہ ہو تو شدّتِ احساس سے اس کا یہی حال ہو جاتا ہے۔ دعوتی عمل انتہائی خیر خواہی کے جذبہ سے ابھرتا ہے، اس لئے جب داعی دیکھتا ہے کہ اس کا مخاطب اس کے پیغام کو نہیں مان رہا تو وہ اس کے غم میں اس طرح ہلکان ہونے لگتا ہے جس طرح ماں اپنے بچّہ کی بھلائی کے لئے ہلکان ہو جاتی ہے۔ اللہ کے داعی کے لئے انسانیت کا یہی معیار مطلوب ہے۔

نوٹ: آپ کی خدمت میں کتاب "اللہ کا داعی (اصولِ دعوت اور تبلیغ کی حکمت)" کے چند اوراق پیش کئے گئے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جماعت المسلمین کی دعوت

ہمارا حاکم	صرف ایک	یعنی :	اللہ تبارک وتعالےٰ	.. اللہ کے سوا کوئی نہیں
ہمارا امام	صرف ایک	یعنی :	محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	.. فرقہ وارانہ امام نہیں
ہمارا دین	صرف ایک	یعنی :	اللہ کا پسند کردہ دین اسلام	.. فرقہ وارانہ مذہب نہیں
ہمارا نام	صرف ایک	یعنی :	اللہ کا رکھا ہوا نام مسلمین	.. فرقہ وارانہ نام نہیں
بنیاد محبت	صرف ایک	یعنی :	اللہ تعالےٰ سے تعلق	.. دنیوی تعلقات نہیں
وجہ افتخار	صرف ایک	یعنی :	ایمان باللہ العظیم	.. وطن اور زبان نہیں

اگر آپ ہماری اس دعوت سے متفق ہیں تو ہمارے ساتھ تعاون فرمائیں۔
تعارفی پمفلٹ مفت طلب فرمائیں۔

جماعت المسلمین

JAMAAT-UL-MUSLIMEEN [INDIA]

[Preaching pure and unadulterated Islam]

www.india.aljamaat.org

Flat #204, Saleem Masood Complex,
Nizam Colony, Toli chowki,
Hyderabad – 500 008 (A.P.)
Cell: 9246343676 / 7396620946